محمد اعظم ☆

اسلامی اقتصادی نظام اور فکرِ اقبال

Islamic Economic System and Teachings of Iqbal

Abstract

Iqbal is a poet cum philosopher. His teachings guide in every aspect of society. Allama Iqbal has presented a clear concept of economy through his poetry and thoughts. He does not look toward Karl Marx for economic guidance, nor does he consider the modern ideas of the West. In fact, the sources of Iqbal's thought are the Qur'an and Sunnah. Fikr-e-Iqbal teaches Islamic economy. In Iqbal's time, Socialism and Capitalism were much discussed. Iqbal critically reviewed these two systems and liked their positive aspects and strongly criticized their negative aspects. Iqbal has declared that the basic sources of wealth belong to Allah. He opposes contemporary economic principles, including atheism. He solely adheres to the economic principles of Islam.

Keywords: Iqbal, Economy, Socialism, Capitalism, Wealth, Industry

کسی بھی قوم کی معیشت میں دولت کی تقسیم کو بہت اہم مقام حاصل ہوتا ہے۔ دولت کی تقسیم قوم کی معاشی زندگی میں اہم کردار ادا کرتی ہے بلکہ ایسے مسائل بھی پیش کرتی ہے جو اس کی داخلی زندگی اور اقوامِ عالم میں اس کے مقام دونوں میں اثر انداز ہوتے ہیں۔ عصرِ حاضر میں تو دولت کی تقسیم کا مسئلہ گھمبیر صورت اختیار کر چکا ہے۔ ریاست میں موجود دولت اور وسائل کی مساوی تقسیم قوم کا داخلی اور خارجی مسائل میں سب سے اہم مسئلہ ہے۔ دنیا نظریاتی طور پر اس تقسیم کی بنیاد پر دو بڑے گروہوں میں بٹ گئی ہے۔ سائنسی ترقی کی بنا پر صنعتوں میں انقلاب برپا ہو گیا۔ افرادی قوت کی ضرورت کم ہو گئی اور محنت کش طبقہ بے روزگار ہونا شروع ہو گیا۔ کام کے مواقع کم ہونا شروع ہو گئے اور انسان کی جگہ پر مشینوں نے کام شروع کر دیا۔ سالوں اور مہینوں کا کام دنوں میں ہونے لگا۔ مشینوں کی وجہ سے صنعتی پیداوار میں خوب اضافہ ہوا۔ مشینوں کے استعمال نے لوگوں کے دلوں سے احساسِ مروت ختم کر دیا۔

☆ لیکچرار، شعبہ اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد ای میل:Muhammad.azam@numl.edu.pk

مشینوں نے صنعتی دنیا میں جو انقلاب برپا کیا اس کے مضر اثرات آج بھی انسانیت کو متاثر کر رہے ہیں۔ دنیا کے ترقی یافتہ ممالک نے سائنس کی بدولت تیزی سے ترقی کی اور خام مال کے لیے ایشیا اور افریقہ کی منڈیوں کو رخ کیا۔ جب طاقت اور اقتدار کی بھوک بڑھی تو ان ممالک کے وسائل پر قبضہ کر لیا اور وہاں کے معدنی وسائل کو اپنی ترقی کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ ان وسائل کی ترسیل کے لیے ان ممالک میں سڑکوں اور ریل گاڑیوں کا جال بچھا دیا۔ وہاں سے خام مال لوٹ کر اپنے بحری جہازوں میں اپنی صنعتوں تک پہنچایا۔ ان صنعتوں سے بنایا ہوا مال انہی ترقی پذیر اور غریب ممالک کو مہنگے داموں فروخت کر دیا جاتا تھا۔ سجاد ظہیر اپنی کتاب "مارکسی فلسفہ "میں رقم طراز ہیں:

> "سرمایہ دار منافع خوری کی غرض سے پیداوار کو فروغ دیتے ہیں تو وہ بڑے بڑے کارخانے فیکٹریاں قائم کرتے ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہزاروں، لاکھوں مزدور بھی بڑے بڑے مرکزوں میں جمع ہو جاتے ہیں۔ سرمایہ داری پیداوار کے عمل میں ایک اجتماعی کیفیت پیدا کر دیتی ہے اور اس طرح خود اپنی بنیادوں کو کھوکھلا کرتی ہے۔"(۱)

ہمیشہ سے طاقت ور قوموں نے ضعیف اور کم زور قوموں کا استحصال کیا ہے۔ تاریخ کے اوراق اس طرح کی شہادتوں سے بھرے ہوئے ہیں کہ کس طرح طاقت ور اقوام نے ظلم و جبر سے کم زور قوموں کے وسائل پر قبضہ کیا۔ البتہ وقت گزرنے کے ساتھ طریقہ کار بدل جاتے ہیں لیکن مقصد وہی رہتا ہے۔ کبھی جنگوں کے ذریعے، کبھی تجارت کے بہانے اور کبھی فلاح و بہبود کی نیلم پری کا جادو جگا کر لوٹ کھسوٹ کا عمل جاری رکھا جاتا ہے۔ مختلف عالمی اداروں پر ترقی یافتہ اقوام کی اجارہ داری ثابت کرتی ہے کہ ان ممالک کے لیے غیر ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک محض صنعتی منڈیاں ہیں جہاں یہ اپنی مصنوعات کو فروخت کرتے ہیں۔ اسی قبضے کی داستان کو لیو ہیوبرمین نے بھی اپنی کتاب میں واضح کیا ہے:

> "امریکہ میں سونے اور چاندی کی دریافت، دیسی آبادی کی تباہی، زبردستی غلام بنانے کی مہم، قدیم دیسی باشندوں کی امریکی کانوں میں تدفین، ہندوستان اور ویسٹ انڈیز پر فاتحانہ یلغار اور ان کی لوٹ کھسوٹ، اور افریقہ کے براعظم کا کالی چمڑی کے لوگوں کی تجارت کے لئے شکار گاہ بننا، یہ وہ بنیادیں تھیں جن پر سرمایہ دارانہ نظام کے دورِ جدید کی عمارت کھڑی کی گئی۔"(۲)

اکیسویں صدی میں وسائل کی غیر مساوی تقسیم اور عدم مساوات کے بھیانک نتائج برآمد ہوئے۔ اربابِ اختیار کو ادراک کرنا پڑا کہ دولت و وسائل کی مساوی تقسیم کسی بھی معاشرے اور ریاست کے لیے مقدم ہے۔ دولت کی تقسیم کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اہلِ بصیرت افراد نے اپنے نظریات اور خیالات لوگوں کے سامنے پیش کیے۔ علامہ اقبال کی دوررس نظروں نے بھانپ لیا تھا کہ اگر دولت اور وسائل کو برزبری کی سطح پر تقسیم نہ کیا گیا تو یورپ، جاپان اور جرمنی جیسی تباہی دوسرے ممالک میں بھی آسکتی ہے۔

اگرچہ علامہ اقبال ایک ماہرِ معاشیات نہیں تھے لیکن ان کی فکر، معاشی مسائل میں واضح راہ نمائی کرتی نظر آتی ہے۔ وہ ایک صاحبِ بصیرت انسان تھے۔ انھوں نے مغربی علوم اور اسلامی علوم کا تنقیدی مطالعہ کیا ہوا۔ ان کا یقین تھا کہ اسلامی فکر ہی انسانیت کی سلامتی اور ترقی کی ضامن ہے۔ کسی بھی قوم کے نوجوان ہی اصل سرمایہ ہوتے ہیں۔ وہ ہی ترقی کی سمت متعین کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال کے مخاطب نوجون افراد تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ نوجونوں کو خطاب کر رہے ہوں۔ اگرچہ کچھ نظمیں بھی اسی عنوان سے ہیں تاہم زیادہ شاعری کے مخاطب نوجوان نسل ہی ہے۔

علامہ اقبال کی شاعری کا تنقیدی جائزہ لیا جائے تو کئی نظمیں ایسی ہیں جن میں اقبال نے اپنے معاشی تصورات پیش کیے ہیں۔ ان نظموں میں "اشتراکیت"، "کارل مارکس کی آواز"، "لینن خدا کے حضور"، "طلوعِ اسلام" ور "نالہ یتیم" شامل ہیں۔ علامہ اقبال صنعتی تعلیم کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں اور مرد و زن کو تعلیم کی طرف راغب کرتے ہیں۔

علامہ اقبال نے اپنی فکر اور سوچ سے مظلوم قوموں کی راہ نمائی کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔ ان کے تعلیمی تصورات کو ہی دیکھ لیں وہ صنعتی تعلیم کے حصول پر زور دیتے ہیں۔ علامہ اقبال نے اپنی نظموں اور افکار کے ذریعے معاشیات کا ایک واضح تصور پیش کیا ہے۔ علامہ اقبال معاشیات کو معاشرے کی اخلاقیات سے بھی جوڑتے ہیں۔

علامہ اقبال نے محسوس کیا کہ معیشت کے استحکام کا براہ راست تعلق سماجی رویوں، مذہبی اقدار اور تہذیب سے ہے۔ ایک ابھرتے ہوئے عالمی معاشرے کے استحکام کے لیے قوتوں کے انفرادی معاشی اور ثقافتی شعور کو ایک تجزیاتی وژن دینے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے اپنی تحریروں اور تصانیف کے ذریعے اپنی قوم کے لوگوں میں یہ ہمہ جہتی نظریہ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ یہ تحریریں معاشی مسائل کو صحیح تناظر میں سمجھنے کی کوشش کرتی ہیں۔ انھوں نے اپنی گہری تجزیاتی فکر سے مقامی اور ملکی صورت حال کا ربط معاشی صورت حال کے عالمی پہلوؤں سے قائم کرنے کی کوشش کی ہے اور بین الاقوامی منظر نامے سے اپنے اس تجزیاتی عمل کو بہت سی شہادتیں فراہم کیں۔ اقبال نے مزدور اور محنت کشوں کے حقوق کے لیے آواز بلند کی۔

علامہ اقبال کی پہلی کتاب "علم الاقتصاد" 1904ء میں ہمارے سامنے آتی ہے جسے برملا اردو میں معیشت پر پہلی کتاب تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس کتاب میں معیشت اور شخصی اخلاقیات کے باہمی تعلق کو واضح کیا گیا ہے۔ جس قوم کی معیشت بہتر ہو گی اس کے اخلاقیات بھی بہتر ہوں گے۔ اس کا مطلب ہے کہ اقتصادیات اور اخلاقیات کا براہ راست تعلق ہے۔ اقبال دراصل اسلامی طرزِ زندگی کو فروغ دینا اور پھیلانا چاہتے تھے۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور اسلامی فکر معاشرے کی ہر جہت میں راہ نمائی فراہم کرتی ہے۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ معیشت جیسا اہم ترین پہلو اسلامی فکر میں زیرِ بحث نہ آئے۔

اس سلسلے میں اقبال کی خدمات قابلِ تعریف ہیں۔ اقبال نے اسلامی اور مغربی معاشی نظاموں کا بغور مطالعہ کیا۔ بیسویں صدی کے آغاز میں جاپان اور روس میں ایک عظیم صنعتی انقلاب برپا ہوا۔ اس انقلاب نے انسانی فلاح کا کام تو کیا لیکن جلد ہی انسانیت کو لوٹ مار کے بے رحم طوفان میں دھکیل دیا۔ ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹمی حملہ اس کا ثبوت ہے۔ "قومی زندگی" مضمون بھی ان کی ابتدائی تحریروں میں سے ہے۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ مسلمانوں کی معاشی حالت کے لیے کس قدر بے چین تھے۔ پروفیسر محمد عثمان لکھتے ہیں:

> "اپنے فکر کے اس ابتدائی مرحلے پر بھی اقبال کی نظر دولت پرستی اور لذت کوشی کے مضر اثرات پر تھی اور وہ چاہتے تھے کہ جدید مغربی معاشرہ میں آزاد معیشت اور دولت کی معیت نے جو نتائج عشرت پسندی اور نفس پروری کی صورت میں پیدا کیے ہیں۔ اہلِ نظر اس سے بچیں اور اس سے سبق حاصل کریں"(۳)۔

اقبال ماہرِ معاشیات نہیں تھے مگر معاشی معاملات پر ان کا اپنا نقطہ نظر تھا وہ معاشی راہ نمائی کے لیے کارل مارکس کی طرف نہیں دیکھتے اور نہ ہی مغرب کے جدید نظریات کو مد نظر رکھتے ہیں۔ در حقیقت اقبال کی فکر کے ماخذ قرآن و سنت ہیں۔ فکر اقبال اسلامی معیشت کا درس دیتی ہے۔ علامہ اقبال اپنی نظم "لینن (خدا کے حضور میں)" میں لکھتے ہیں:

رعنائی تعمیر میں، رونق میں، صفا میں
گرجوں سے کہیں بڑھ کے ہیں بنکوں کی عمارات
ظاہر میں تجارت ہے، حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگِ مفاجات
یہ علم، یہ حکمت، یہ تدبر، یہ حکومت
پیتے ہیں لہو دیتے ہیں تعلیمِ مساوات
بے کاری و عریانی و مے خواری و افلاس
کیا کم ہیں فرنگی مدنیت کی فتوحات (۴)

اس اشعار میں اقبال واشگاف انداز میں سرمایہ دارانہ نظام کے مکروہ چہرے سے نقاب نوچ رہے ہیں اور اس کے بھیانک نتائج سے آگاہ کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگرچہ علم و ہنر کے موتی تو کثرت سے ہیں لیکن یہ تجارت سراسر گھاٹے کا سودا ہے۔ یہ معاشی نظام حقیقت میں جوا ہے جس سے بے روزگاری اور غربت میں آئے دن اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ سب فرنگی مدنیت اور سرمایہ داری نظام کی دین ہے۔

یہی وجہ ہے کہ وہ غیر اسلامی معاشی نظاموں جیسے سرمایہ دارانہ یا اشتراکیت میں سے کسی کو قبول نہیں کرتے۔ ان کے خیال میں ان کے پس پردہ مادی مفادات اور شکم پروری ہیں۔ علامہ اقبال لکھتے ہیں:

"میرے نزدیک فاشزم، کمیونزم، یا زمانہ حال کے اور ازم کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ میرے عقیدے کی رو سے صرف اسلام ایک حقیقت ہے جو بنی نوع انسان کے لیے ہر نقطہ نگاہ سے موجبِ نجات ہو سکتی ہے"۔ (۵)

یہ حقیقت ہے کہ علامہ اقبال سوشلزم کے بعض معاشی پہلوؤں سے اتفاق کرتے ہیں لیکن انسانی زندگی کو جسمانی ترقی کے بجائے روحانی ترقی سمجھتے ہیں۔ اقبال سوشلزم کو اسلام سے جوڑنا چاہتے ہیں۔ اقبال کے زمانے میں اشتراکیت اور سرمایہ داری کا بہت چرچا تھا۔ اقبال نے ان دونوں نظاموں کا تنقیدی جائزہ لیا اور ان کے مثبت پہلوؤں کو پسند کیا اور ان کے منفی پہلوؤں پر کڑی تنقید کی۔ اقبال نے دولت کے بنیادی وسائل کو اللہ کی ملکیت قرار دیا ہے۔ انسان کو اس کا کوئی موروثی یا مستقل حق نہیں دیا گیا بلکہ اسے تقسیم در تقسیم کے ذریعے معاشرے میں لوٹا دیا گیا ہے اور یہی اسلام کی صحیح حکمت ہے۔ اقبال اپنی نظم "الارض للہ" میں لکھتے ہیں:

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون؟
کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب
کون لایا کھینچ کر پچھم سے بادِ سازگار
خاک یہ کس کی ہے؟ کس کا ہے یہ نورِ آفتاب

کس نے بھر دی موتیوں سے خوشہ گندم کی جیب
موسموں کو کس نے سکھلائی ہے خوئے انقلاب(۶)

اس نظم میں اقبال واضح انداز میں جاگیر دار اور سرمایہ دار کو خبر دار کرتے ہیں کہ تم زمین میں داناڈالتے ہو اور اس دانے سے پودا کون بناتا ہے؟ کون مینہ برساتا ہے؟ پودوں اور درختوں پر پھل پھول کون لاتا ہے؟ الغرض زمین سے پودا اور پودے سے پھل پھول کے تمام مراحل کون طے کرواتا ہے؟ اقبال کے مطابق جب کاشت کار کے پاس ان سوالوں کا کوئی جواب نہیں ہے تو اسے مان لینا چاہیے کہ یہ زمین بھی اس کی ملکیت نہیں ہے۔ اسے چاہیے کہ زمین کو امانت کے طور پر اپنے پاس رکھے اور غریب کسانوں اور محنت کش طبقے کو اس میں شریک کرے۔

اقبال شخصی جائیداد اور دولت کے حق میں بھی نہیں ہیں۔ ان کے مطابق شخصی جائیداد میں اضافہ خود بخود ہو جاتا ہے اور جوں جوں انسانی آبادی میں اضافہ ہوتا ہے، کاشتکاری انسانی آبادی کی ضروریات کو مدنظر رکھ کی جاتی ہے۔ نتیجہ کے طور پر جاگیر دار امیر سے امیر تر ہوتا چلا جاتا ہے، حالاں کہ اس کی دولت کے پھلنے پھولنے میں اس کی محنت کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ سرمایہ دار غریب کی محنت سے فائدہ اٹھاتا ہے اور اس کی محنت کا تھوڑا ساصلہ بدلے میں دیتاہے۔ مزدور سرمایہ داروں کی فیکٹریوں اور ملوں میں کام کرتا ہے، اپنا خون پسینہ بہاتا ہے، اس کی زمینوں کو کاشت کرتا ہے، الغرض سرمایہ دار محنت کش طبقے کے بغیر کچھ بھی نہیں کر سکتا۔

علامہ اقبال کے نزدیک زمین شخصی ملکیت میں نہیں ہونی چاہیے۔ وہ ایک حساس دل رکھتے تھے۔ ان کی دور رس نگاہوں نے مزدوروں اور محنت کشوں کی حالت زار کا خوب اندازہ لگالیا تھا۔ مزدوروں اور کسانوں کی حالتِ زار کا ذکر ان کی شاعری میں جابجاموجود ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں:

تو قادر و عادل ہے ، مگر تیرے جہاں میں
ہیں تلخ بہت بندہ مزدور کے اوقات
کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ ؟
دنیاہے تیری منتظر اے روزِ مکافات!(۷)

اقبال اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ تو ہر چیز پر قادر ہے اور عدل کرتا ہے لیکن تیرے اس جہاں میں بندہ مزدور کی زندگی بہت تلخ ہے۔ سرمایہ داری کا سفینہ کب غرق ہوگے اور محنت کش طبقہ کب اس کے چنگل سے آزادی حاصل کرے گا؟

علامہ اقبال تعلیم کی غرض سے 1905ء سے 1908ء تک یورپ میں مقیم رہے۔ قیام یورپ نے ان کے ذہنی ارتقامیں اہم کردار ادا کیا۔ یورپ کی الحادی فکر اور سوچ نے انھیں اسلام کے مزید قریب کر دیا۔ انھوں نے یورپ کی آب وہوا میں بیٹھ کر اسلام اور دوسرے نظاموں کا موازنہ کیا اور نتیجہ اخذ کیا کہ یورپ کی کھوکھلی تہذیب اپنے ہاتھوں سے اپنا گلہ کاٹے گی۔ اسی قیام کے دوران اقبال نے سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکیت کا تنقیدی جائزہ لیااور اپنے افکار سے ان دونوں نظاموں کی خامیوں سے لوگوں کا آگاہ کیا۔ اقبال نے واشگاف الفاظ میں فرمادیا کہ تمھاری تہذیب اپنے ہی خنجر سے خودکشی کرے گی۔ تاریخ گواہ ہے کہ پہلی جنگِ عظیم نے انسانیت کو محض قومیت کی بناپر کاٹ کر رکھ دیا۔ اقبال نے علاقائی قومیت کے مضر اثرات سے لوگوں کو آگاہ کیااور انسانیت کا درس دیا۔

اشتراکیت کے مضر اثرات پر انھوں نے پیامِ مشرق میں مفصل روشنی ڈالی۔ پیام مشرق کی نظمیں اقبال کی معاشی فکر کی خوب عکاسی کرتی ہیں۔ ان نظموں میں ایک نظم "محاورہ مابین حکیم فرانسوی آگسٹس کومٹ و مزدور" ہے۔ اس میں اقبال فرماتے ہیں کہ کائنات کی ہر چیز میں ایک

خاص تناسب ہے۔ اسی طرح معیشت اور صنعتی کاروبار میں بھی اصول وضوابط کا خیال نہ رکھا گیا تو انسانیت کے لیے شدید خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ انسانی فطرت ہے کہ کوئی ہاتھ سے محنت بہتر طور پر کر سکتا ہے تو کوئی ذہنی کاوش میں زیادہ بہتر کارکردگی دکھا سکتا ہے۔ اقبال کے مطابق اشتراکیت، جمہوریت اور سرمایہ داری نظام انسانوں کی فلاح کے لیے نہیں ہیں بلکہ غریب مزدوروں اور محنت کشوں کے استحصال کے لیے بنائے ہیں۔ اقبال نے ان نظاموں کو نیلم پری کا نام دیا اور نظر کا دھوکا اور سراب کہا۔ نظم "جواب خضر" میں ایک سوال کے جواب میں خضر فرماتے ہیں:

مجلسِ آئین و اصلاح و رعایات و حقوق
طبِ مغرب میں مزے میٹھے اثر خواب آوری
گرمیِ گفتار اعضائے مجالس الاماں
یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگِ زرگری(۸)

اسی نظم میں علامہ اقبال سرمایہ دار کے مختلف ہتھکنڈوں سے آگاہ کرتے ہیں کہ کس طرح وہ غریب کو بھوکا رکھ کر مطمئن کرتا ہے۔ سرمایہ دار غریب محنت کشوں کی محنت سے دولت جمع کرتا ہے اور اسی دولت کا ایک ادنیٰ سا حصہ محنت کشوں کو لوٹا دیتا ہے۔ سرمایہ دار غریب محنت کش افراد کو تقدیر اور مذہب کی افیون دے کر خوابِ غفلت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ محنت کش طبقہ اتنی سی بات پر راضی اور خوش ہو جاتا ہے۔ اقبال لکھتے ہیں:

ساحرِ الموط نے تجھ کو دیا برگِ حشیش
اور تو اے بے خبر سمجھا اسے شاخِ نبات
نسل، قومیت، کلیسا، سلطنت، تہذیب، رنگ
خواجگی نے خوب چن چن کے بنائے مسکرات
کٹ مرا ناداں خیالی دیوتاؤں کے لیے
سکر کی لذت میں تو لٹوا گیا نقدِ حیات
مکر کی چالوں سے بازی لے گیا سرمایہ دار
انتہائے سادگی سے کھا گیا مزدور مات (۹)

اس نظم میں اقبال نے سرمایہ دارانہ نظام پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سرمایہ دار محنت کش طبقے کو خوابِ غفلت میں مگن رکھنے کے لیے بہت سے ہتھکنڈے استعمال کرتا ہے۔ سرمایہ دار انسانوں کو تقسیم در تقسیم کر کے انھیں اپنے مذموم منصوبوں کے لیے استعمال کرتا ہے۔ وہ صرف فلاح و بہبود کے بہانے صرف اتنا ہی خرچ کرتا ہے جس سے لوگ زندہ رہیں اور ان کی مصنوعات کے استعمال کی منڈیاں قائم رہیں۔ مزدور یہ سرمایہ دار کو اپنا مربی اور خیر خواہ سمجھنے لگتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ مزید جان فشانی سے کام کرنے لگتا ہے۔ اسی مقصد کے لیے کبھی وہ ذات و نسل کا درس دیتا ہے تو کبھی قومیت کا نعرہ بلند کرتا ہے اور مزدور کی سادگی سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

مزدور سرمایہ داروں کے مکر و فریب سے پوری طرح آگاہ نہیں ہوتا، وہ ان کی پیچیدہ حکمت عملیوں اور مذموم ارادوں سے واقف نہیں ہوتا، اس لیے وہ آسانی سے شکست کھانے کو اپنا مقدر سمجھتا ہے۔ اقبال فرماتے ہیں کہ سرمایہ دار کبھی مذہب کا نعرہ لگاتا ہے تو کبھی قومیت کا نعرہ لگا کر بندہ مزدور کو فریب میں مبتلا کرتا ہے۔ سرمایہ دار کا ایک ہی مقصد ہوتا ہے کہ کسی طرح وہ مزدور کی خود داری اور خودی کو کچل کر رکھ دے۔ ان

مذموم مقاصد کے لیے وہ باقاعدہ منصوبہ بندی کرتا ہے۔ لیکن علامہ اقبال مزدور سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ سرمایہ دار سے مرعوب نہ ہو اور اپنے مستقبل کی تعمیرِ نو کرے:

اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے

مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے(۱۰)

اقبال دین اسلام کی عالمگیریت کے گرویدہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی بھی معاملے یا مسئلے کی راہ نمائی کے لیے دینِ اسلام سے رجوع کرتے ہیں۔ زمین کی شخصی ملکیت کے بارے میں وہ اسلامی اصولوں سے اخذ کرتے ہیں کہ زمین کسی بھی شخص کی ذاتی ملکیت میں نہیں ہونی چاہیے۔ ریاست کاشت کار سے ملکی خزانے کے لیے تو کچھ حصہ وصول کر سکتی ہے لیکن زمین کے مالک یا جاگیر دار کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ بالِ جبریل کی نظم "الارض اللہ" اقبال کے خیالات کی بھرپور عکاسی کرتی ہے۔ اقبال دوٹوک الفاظ میں فرماتے ہیں:

دِہ خدایا! یہ زمیں تیری نہیں، تیری نہیں

تیرے آبا کی نہیں، تیری نہیں، میری نہیں(۱۱)

زمین کی ملکیت کے بارے میں اقبال کا تصور محض سوچ وبچار کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اس کی بنیاد اسلامی معاشی نظام ہے۔ اقبال رسول اللہ ﷺ اور خلفا راشدین کے دور سے مثالیں پیش کرتے ہیں۔ اقبال کے مطابق زمین شخصی ملکیت میں نہیں ہونی چاہیے۔ حکومتِ وقت کسانوں کو کاشت کاری کے لیے زمین دے۔ اس آمدن سے غریب کسان کو بھی فائدہ ہو اور ریاستی اداروں کے لیے آمدن کا ذریعہ ہو۔ اسی مسئلے پر اقبال نے اپنی نظم "ابلیس کی مجلسِ شوریٰ" میں بھی بیان کیا ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں:

کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک صاف

مُنعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں

اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب

پادشاہوں کی نہیں اللہ کی ہے یہ زمین(۱۲)

علامہ اقبال کی فکر میں اسلامی اقتصادی نظام کی بھرپور جھلکیاں ملتی ہیں۔ ان کے ہاں فقر کی تعریف بھی یہی ہے کہ فقیر مفلس نہیں ہے بلکہ صرف سیر چشم ہے۔ وہ دولت کو باعثِ عزت و وقار نہیں سمجھتا بلکہ دولت خود اس کے قدموں سے لگ کر عزت پاتی ہے۔ ملوکیت اور خلافت میں یہی ایک فرق ہے۔ خدا کا نائب زمین پر آسمان کی بادشاہت قائم کرتا ہے اور اسے محبت سے حیاتِ جاوید عطا کرتا ہے۔ اس کے برعکس زمین و دولت کا غاصب زمین کے عارضی اور جھوٹے منافع اور مصالح میں گم ہو کر بالآخر زمین ہی کا رزق بن جاتا ہے اور تاریخِ عالم ایسی اقوام کی بدانجامی سے بھری ہوئی ہے۔

اقبال کے دور میں سرمایہ داری نظام جڑیں پکڑ رہا تھا۔ اس نظام میں نجی ملکیت کو خاصی اہمیت حاصل ہے۔ نجی ملکیت میں ریاست دخل اندازی نہیں کرے گی تو معیشت بے لگام ہو جائے گی۔ اقبال شخصی ملکیت اور بے لگام معیشت کے نقصانات سے بخوبی آگاہ تھے۔ اسی لیے وہ "طلوعِ اسلام" نظم میں اس کی مخالفت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

تدبر کی فسوں کاری سے محکم ہو نہیں سکتا

جہاں میں جس تمدن کی بنا سرمایہ داری ہے(۱۳)

انیسویں صدی کی ابتدا میں مسلمانوں کی معیشت زوال کا شکار تھی۔ اسی صدی کے اواخر میں یہ زوال مزید تنزلی کا شکار رہا۔ مسلمانوں کی معاشی بدحالی اور سیاسی غلامی سے چھٹکارے کے لیے اقبال اور قائدِ اعظم نے عملی کوششیں کیں۔ دونوں قائدین کے درمیان خطوط کے ذریعے باہمی تبادلہ خیال ہوتا رہا۔ اقبال مسلمانوں کی خوش حالی اور ہندوستان میں امن و امان کے لیے پاکستان کے قیام کو از حد ضروری سمجھتے تھے۔ اپنے ایک خط محررہ 28 مئی 1937ء میں اقبال لکھتے ہیں:

"اسلامی قانون کے طویل اور گہرے مطالعہ کے بعد میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اگر اس نظام قانون کو اچھی طرح سمجھ کر عملی جامہ پہنایا جائے تو کم از کم ہر فرد کے معاشی حقوق کا تحفظ ہو سکتا ہے لیکن اس ملک میں شریعت اسلامی کا نفاذ اور اس کی توسیع ایک مسلم مملکت یا چند مملکتوں کے بغیر ناممکن ہے۔ کئی سال سے یہ میرا ایقان رہا ہے اور اب بھی ہے کہ مسلمانوں کے معاشی مسئلہ کا حل اور پر امن ہندوستان کے حصول کا یہی واحد طریقہ ہو سکتا ہے۔"(۱۴)

علامہ اقبال کسی بھی معاشرے کی معاشی خوش حالی اور امن وامان کی صورت کو اقتصادیات سے جوڑتے ہیں۔ علامہ اقبال نے اپنے خطوط کے ذریعے بیان کیا کہ اسلامیانِ ہندہندوؤں اور انگریزوں کی باہمی سازش کے باعث غرب اورافلاس میں مبتلا ہو چکے ہیں۔اس لیے مسلم لیگ کے لیے ناگزیر ہے کہ وہ ان کے اقتصادی مسائل کا حل بھی تلاش کرے۔

اقبال کے افکار میں بندہ مزدور اور محنت کش طبقوں کے بارے میں افکار ان کے ابتدائی کلام سے ہی ملتے ہیں۔ علم الاقتصاد اس بات کا ثبوت ہے کہ اقبال سرمایہ اور اس کی تقسیم کے بارے میں سوچ بچار کر رہے تھے۔ اگر چہ یہ کتاب معیشت میں تو کوئی اہم کردار ادا نہ کر سکی لیکن اقبال کے فکری ارتقا میں اہم کڑی ثابت ہوتی ہے۔ وہ صرف دولت کمانے کے بارے میں ہی راہ نمائی نہیں کرتے بل کہ اسے استعمال کرنے کے لیے بھی راہ نمائی فراہم کرتے ہیں۔

کسی بھی قوم کی اخلاقی اور سماجی ترقی کے لیے معیشت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اقبال اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے۔ ریاست میں زمین کسی فردِ واحد کی ملکیت نہیں ہونی چاہیے بلکہ اجتماعی طور پر قومی ملکیت میں ہونی چاہیے۔ معاشرے کے تمام انسان اس زمین سے فائدہ اٹھانے کا حق رکھتے ہوں۔ اقبال کی نثری تحریروں اور شاعری سے اس تصور کو تقویت ملتی ہے۔ وہ اپنی فکر اور بصیرت سے سرمایہ دارانہ نظام کے مذموم ہتھکنڈوں سے خبر دار کرتے ہیں اور محنت کشوں اور مزدوروں کے لیے طاقت ور آواز بنتے ہیں۔ وہ ایسے معاشی اصولوں اور قوانین کو رد کرتے ہیں جن سے معاشرے میں لادینیت آئے۔ وہ اسلام کے معاشی نظام کو اختیار کرنے کا درس دیتے ہیں۔ فکرِ اقبال کی مدد سے ہی معاشرے میں معاشی مساوات اور رواداری کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ظہیر، سید سجاد، "مارکسی فلسفہ"، (لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۱۷ء)، ص: ۱۷۸

۲۔ ہیرمین، لیو، "یورپ امیر کیسے بنا"، مترجم، عبداللہ ملک (لاہور: مشعل بکس، سن ندارد)، ص: ۱۳۱

۳۔ عثمان، محمد، پروفیسر، "حیاتِ اقبال: ایک جذباتی دور"، (لاہور: مکتبہ جدید، ۱۹۷۵ء)، ص: ۷۹

۴۔ اقبال، علامہ، "کلیاتِ اقبال"، (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان طبع دہم، ۲۰۱۱ء)، ص: ۴۳۵

۵۔ اقبال، محمد، "اقبال نامہ"، مرتب عطااللہ شیخ، (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۱۲ء)، ص: ۵۷۹

۶۔ اقبال، "کلیاتِ اقبال"، ص: ۴۴۶

۷۔ ایضاً، ص: ۴۳۵

۸۔ ایضاً، ص: ۲۹۰

۹۔ ایضاً

۱۰۔ ایضاً، ص: ۲۹۲

۱۱۔ ایضاً، ص: ۴۴۷

۱۲۔ ایضاً، ص: ۱۰۷

۱۳۔ ایضاً، ص: ۳۰۵

۱۴۔ اقبال، علامہ، "کلیاتِ مکاتیبِ اقبال"، جلد چہارم، مرتبہ سید مظفر حسین برنی، (جہلم: بک کارنر، ۲۰۱۶ء)، ص: ۴۷۸

References:

1. Zaheer, Syed, Sajjad, "Marksi Falsafa", (Lahore: Fiction House, 2017), p: 178

2. Huberman, Leo, "How Europe Became Rich", translated by, Abdulla Malik(Lahore: Mashal Books), p: 131

3. Usman, Muhammad, Professor, "Hayat e Iqbal Ka Aik Jazbati Door", (Lahore: Maktaba Jadid, 1975), p:79

4. Iqbal, Allama, "Kuliyat-e-Iqbal", (Lahore: Iqbal Academy, Pakistan, 10th Edition, 2011), p:435

5. Iqbal, Muhammad, "Iqbal Nama", compiled by Attaullah Sheikh, (Lahore: Iqbal Academy, Pakistan, 2012), p:579

6. Iqbal, "Kaliyat-e-Iqbal", p. 446

7. Ibid, p: 435

8. Ibid, p: 290

9. Ibid

10. Ibid, p: 292

11. Ibid, 447

12. Ibid, p: 710

13. Ibid, p: 305

14. Iqbal, Allama, "Quliat-i-Mukateeb-i-Iqbal" Volume IV, by Syed Muzaffar Hussain Barni, (Jhelum: Book Corner, 2016), p. 478